مشتمل بر نعت و رحلتِ رسولِ کریمؐ

نسیم امروہوی

مُسدّسِ نسیم

مشتمل بر نعت و رحلتِ رسولِ کریمؐ

از

نسیم امروہوی

پیش لفظ

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

ناشر

سید علی سید امروہوی
۱۹۳/ ۱۷ فیڈرل بی ایریا، کراچی

[illegible] ۶ روپے

ھدیہ : ۳ روپے

پیر رومی اور اُن کا نظریۂ عشق

(ڈاکٹر) فرمان فتح پوری
کراچی یونیورسٹی

پرانے ادیبوں اور شاعروں کی زندگی اور کارناموں کو ذہن میں ابھاریے تو
رازہ ہوگا کہ ان میں سے بیشتر جامع الصفات ہوتے تھے، علوم و فنون کی جملہ شاخوں
یکساں رسائی حاصل ہوا کرتی تھی اور نثر و نظم کی جس صنف کو ہاتھ لگاتے تھے، ادنیٰ
ش سے اسے ایک نیا رنگ و روپ دے جاتے تھے، لیکن اب یہ صورت باقی نہیں رہی —
ے عہد کے شاعر و ادیب بالعموم یک صنفت و یک فن ہوتے ہیں۔ کوئی مرثیہ نگار ہے،
ئی غزل گو، کوئی مزاح نگار ہے، کوئی نظم گو، کوئی نقّاد ہے، کوئی شاعر، کوئی
ل نگار ہے، کوئی لغت نویس، کوئی محقق ہے، کوئی مترجم، کوئی انشا پرداز ہے
کوئی افسانہ نویس، ایسے بہت کم لوگ ہیں جو زبان و ادب کے مختلف شعبوں میں بیک وقت
قابلِ ذکر نشان بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں! البتہ نسیم امروہوی اُن گنے
ادیبوں اور شاعروں میں سے ہیں جن میں پرانے ادیبوں اور شاعروں کی خو بو
ہمہ گیری نظر آتی ہے، انہی جیسے لوگوں کے دم سے ہمارے ہاں شعر گوئی و شعر فہمی،
دانی و تبحرِ علمی اور نکتہ سنجی و نکتہ آفرینی کا بھرم ہنوز قائم ہے۔

نسیم امروہوی شاعر ہیں، ادیب ہیں، لغت نویس ہیں، مترجم ہیں، محقق ہیں،
کے پارکھ اور عالمِ متبحر ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی سیرت و کردار، وضع قطع،
پوشاک، رفتار گفتار اور سادگی و وضعداری کے لحاظ سے مشرق کی تہذیبی قدروں
ندے ہیں، ان کی ادبی شخصیت یک رخی و یک رنگی نہیں، بلکہ رنگا رنگ اور پہلو دار

ہے۔ انھوں نے علم وفن کی کئی راہوں پر سفر کیا ہے اور اپنی صلاحیت و محنت کی بدولت منزل تک پہنچے ہیں۔

مجھے اس جگہ نسیم امروہوی کی دوسری ادبی فتوحات کو نظر انداز کر کے صرف ان کی شاعری کا اجمالی تذکرہ کرنا ہے، نسیم امروہوی شاعر نہیں شاعر گر کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے کلام میں فکر و فن کی ایسی پختگی اور اسلوب میں ایسی جامعیت نظر آتی ہے جو انھیں استادِ سخن کے درجے پر فائز کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی طبعی خود پوشی و گوشہ گیری نے انھیں گمنام رکھا ہے اور انھیں وہ شہرت بھی حاصل نہ ہو سکی جو اُن سے کمتر درجے کے شاعروں اور ادیبوں کو آج کل ابلاغِ عامہ کے وسائل کی ارزانی کے سبب حاصل ہے لیکن ادب کی دنیا میں اس طرح کی شہرت دیرپا نہیں ہوتی، لوگ جتنی تیزی کے ساتھ سامنے آتے ہیں، اتنی ہی تیزی سے پیچھے چلے جاتے ہیں، زندہ رہنے کا شوقِ بیجا انھیں بہت جلد مار دیتا ہے، اس کے برعکس جو لوگ سستی شہرت سے بے نیاز رہ کر صرف اپنی صلاحیت اور محنت کے سہارے جینا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور اپنے عہد کی ناقدردانیوں کا شکار رہ کر بھی نظیر اکبرآبادی و غالب کی طرح امر ہو جاتے ہیں، اس لیے نسیم امروہوی کی گمنامی اور ان کے کمالاتِ فن کے باب میں زمانے کی ناقدری میرے لیے حیرت انگیز نہیں، خود کو ڈھکائے چھپائے رکھنے والے اہلِ علم کے ساتھ دنیا نے عام طور پر اسی طرح کا ظلم کیا ہے، لیکن وقت نے آگے چل کر انہی لوگوں کے حق میں فیصلے دیے ہیں، اور یہ لوگ تاریخ کے صفحات میں زندہ رہے ہیں۔

نسیم امروہوی نے یوں تو ہر صنفِ سخن میں کچھ نہ کچھ کہا ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں کہ ہر جگہ انھوں نے اپنے رنگ کو برقرار رکھا ہے، لیکن ان کی دردمند طبیعت

کو رثائیہ شاعری سے خاص مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ رثائیہ شاعری اپنے موضوع کی مناسبت سے بیانیہ شاعری کی حدود میں آتی ہے، اور سب جانتے ہیں کہ بیانیہ شاعری سے کامیاب گزرنے کے لیے موضوع سے گہری واقفیت اور شدید جذباتی وابستگی ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے اعلیٰ درجے کی تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ غیر معمولی قادر الکلامی اور لسانی حذاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بیانیہ شاعری میں اس بات کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ شاعر کی فکری و فنی تخلیقی و تخیلی صلاحیتوں نے موضوع کو کس طرح برتا ہے، کس طرح پھیلایا اور سمیٹا ہے، اسے زندگی کے کن کن پہلوؤں سے متعلق کر کے دیکھا ہے، ان سے کیا کیا نتائج برآمد کیے ہیں، اور ان نتائج کو مؤثر و کارگر بنانے کے لیے کیا اسلوب اختیار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں مطالعہ و مشاہدہ اور موضوع سے گہرے لگاؤ کے ساتھ شاعر سے اظہار بیان کی غیر معمولی قدرت بھی چاہتی ہیں۔ نسیم امروہوی کی ذات میں مجھے وہ اوصاف نظر آتے ہیں جو بیانیہ شاعری کے لیے ازبس ضروری ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ تعلّی و خروش سے پاک، جس قسم کی سنجیدہ و پاکیزہ و معصوم و پرسوز فضا ان کی رثائیہ شاعری میں ملتی ہے، وہ ان کے ہمعصروں کے یہاں کم نظر آتی ہے۔

نسیم امروہوی کے مرثیوں، خصوصاً ان کے تازہ ترین مرثیے :-

"صبحِ ازل ہے خطِ گریبانِ مصطفیٰؐ"

پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فکر و فن کی دوسری خوبیوں سے قطع نظر جو چیز مرثیہ نگاری کی تاریخ میں انھیں ممتاز و منفرد بنا دیتی ہے، وہ روایات کے انتخاب و صحت کے باب میں ان کا محتاط رویّہ ہے۔ بات یہ ہے کہ نسیم امروہوی صرف شاعر ہی نہیں، ایک جیّد عالم

بھی ہیں۔ ان کی نظر صرف زبان و بیان کے نکات تک محدود نہیں ہے، اسلام اور تاریخِ اسلام کی روح سے بھی وہ خوب واقف ہیں۔ انھیں شہدائے کربلا اور ان کے واقعات سے بہت گہرا لگاؤ ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے کہ اس کے بغیر بلند پایہ مرثیہ وجود ہی میں نہیں آسکتا، لیکن اس لگاؤ نے ان کے مرثیوں میں، اس مبالغے کو داخل نہیں ہونے دیا جس کا دوسرا نام اردو بول چال میں "جھوٹ" ہے۔ مبالغہ، تخئیل و ذہن کی حد درجہ بلند اور معنی افروز رسائیوں کا نام ہے، اور اسی لیے فنِ شعر میں بھی اسے "عیب" نہیں "حُسن" قرار دیا گیا ہے۔ نسیم امروہوی کے مرثیوں میں مبالغے کا یہ "حسن" ملتا ہے اور روایات کی ایسی صحت مندی کے ساتھ کہ ان کے مرثیے حُسنِ بیان اور بیانِ حُسن دونوں کے امتزاج واعتدال کی قابلِ قدر مثال بن گئے ہیں۔

نسیم نے جہاں ایک طرف اردو مرثیے میں صحتِ واقعات کی روایت کو پروان چڑھایا ہے وہاں انھوں نے مرثیے کے موضوع کو بھی نئی جہتوں سے اور تازہ وسعتوں سے آشنا کیا ہے۔ اردو شعرا نے حضرت امام حسینؑ سے لے کر حضرت حر تک ہر ایک کا مرثیہ لکھا ہے اور پوری تفصیلات و جزئیات کے ساتھ لکھا ہے، بعد کو ائمہ کرام اور دوسرے بزرگانِ دین کے مرثیے بھی خاص اہتمام سے لکھے گئے ہیں، لیکن واقعاتِ کربلا کے حقیقی منبع و منشا یعنی آنحضرتؐ کی رحلت کو موضوعِ سخن بہت کم بنایا گیا ہے، اگرچہ علامہ اقبال کے لفظوں میں مومن کے لیے حکم یہ ہے کہ:

> بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
> اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

—— بایں ہمہ، ہمارے شعرا نے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی۔ آنحضرتؐ کی

زندگی و سیرت اور تاریخ اسلام کو یقیناً نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے اور اس سے انکار نہیں کہ ان میں سے بعض نظمیں بہت کامیاب ہیں۔ حفیظ جالندھری کا "شاہنامۂ اسلام" اس ضمن میں سرِ فہرست ہے، محشر رسول نگری، منیر جعفری اور منظور حسین وغیرہ کی کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔ لیکن یہ ساری چیزیں، تاریخِ اسلام اور نعت گوئی کے تحت آتی ہیں، مرثیے کا لب و لہجہ اور اندازِ خاص ان میں سے کسی کے یہاں نہیں ملتا۔ نسیم امروہوی کی خصوصیت و انفرادیت اس بات میں ہے کہ انھوں نے آنحضرتؐ کی وفات کو بطورِ خاص مرثیے کا موضوع بنایا اور

صبحِ ازل ہے خطِّ گریبانِ مصطفیؐ

کے نام سے اردو کو ایک ایسا مرثیہ دیدیا ہے جسے مرثیے کی تاریخ میں ایک طرح کا اضافہ کہہ سکتے ہیں۔

"صبحِ ازل ہے خطِّ گریبانِ مصطفیؐ" میں ۷۰ بند ہیں اور باہم دگر ایسے مربوط و پیوست کہ پورا مرثیہ ایک ناقابلِ تقسیم اکائی بن جاتا ہے اور اس کے مطالعے کے بعد ایک نہایت کامیاب طویل نظم کا تاثر قاری کے ذہن میں ابھرتا ہے، ہر چند کہ ہیئت میں کوئی جدت نہیں ہے، مرثیے کے لیے موزوں ترین اور مقبول ترین فارم مسدس ہی ہے اور نسیم امروہوی نے اسی کو اپنایا ہے، لیکن ایسی انفرادیت اور سلیقے کے ساتھ کہ اس کی معنویت نے ہیئت کو بھی ایک طرح کی تازگی دیدی ہے، خاص بات یہ ہے کہ نسیم نے اس مرثیے میں آنحضرتؐ کی زندگی، سیرت اور وفات کے بارے میں جو کچھ کہا ہے پوری صحت و ذمہ داری کے ساتھ کہا ہے اور ایسے دلکش و سنجیدہ اسلوب میں کہا ہے کہ براہِ راست مطالعہ کے بغیر اس کے محاسن کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ میرے لیے محاسن کی تفصیل میں جانے کا

نہ تو سر دست موقع ہے اور نہ میں ایسا کروں گا، اس لیے کہ شعری محاسن و نکات گنوانے کے لیے نہیں محسوس کرنے کے لیے ہوتے ہیں، "شعرِ ما بمدرسہ کہ برد؟" کا قول یونہی ضرب المثل نہیں بن گیا، غیر ضروری تشریح و تنقید سے فی الواقع بعض وقت شعر کا حسن غارت ہو جاتا ہے، بات یہ ہے کہ شعر گوئی و سخن فہمی کے لیے علم و فن کے سرمائے کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی کہ ذوقِ سلیم اور توفیقِ الٰہی کی، مجھے یقین ہے کہ جنھیں یہ نعمتیں میسر ہیں ان کے لیے نسیم امروہوی کے زیر بحث مرثیے کا مطالعہ، ذوق کی تسکین اور روح کی بالیدگی کا سبب ہو گا۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" اس لیے میں قارئین کے ذوقِ ادب پر بھروسا کر کے ان سے براہِ راست مرثیے کے مطالعے کی گذارش کروں گا۔

[signature]

(۱)

صبحِ ازل ہے خطِّ گریبانِ مصطفیٰؐ

شامِ اَلَستُ، گوشۂ دامانِ مصطفیٰؐ

عرشِ علا، مُنارۂ ایوانِ مصطفیٰؐ

علمِ خدا، چراغِ شبستانِ مصطفیٰؐ

معراج، منزلت کی حدِ ناتمام ہے

قَوسَین تو حضورؐ کا ادنیٰ مقام ہے

(۲)

کاف اور نون مطلعِ تابانِ منقبت

لولاک حُسنِ مطلعِ دیوانِ منقبت

قَالُوابَلٰی، قصیدۂ ذیشانِ منقبت

قرآں زبانِ حق سے غزل خوانِ منقبت

یراں جوشن کے سورۂ کوثر عقول ہیں

ین آیتیں مُثلّثِ نعتِ رسولؐ ہیں

(۳)

چشمِ بصیر، شمعِ شبستانِ معرفت

لب ، دفّتینِ نسخۂ قرآنِ معرفت

دل نفسِ معرفت، تو نفَس جانِ معرفت

واجب شناس ، تا حدِ امکانِ معرفت

ذات وصفاتِ غیب کے آئینہ دار ہیں

عرفانِ کردگار کے پروردگار ہیں

(۴)

باغِ ازل میں باعثِ تخلیقِ جُز و کُل

بزمِ عمل میں گلشنِ فکر و نظر کے گُل

یہ مبتدائے خَلق، یہی خاتمُ الرُّسُل

میں نام لوں ابھی تو ہو صلّ علیٰ کا غُل

کیا کیا کریں بیان، شرف بے حساب ہیں

اللہ لاشریک ہے، یہ لاجواب ہیں

(۵)

یہ ہیں نیاز مند ، جو خالق ہے بے نیاز

یہ ہیں مآلِ کار ، اگر وہ ہے کارساز

اللہ ہے حقیقتِ کُبریٰ ، تو یہ مجاز

اِن کو خدا پہ ناز ، تو اِن پر خدا کو ناز

وہ علم ہے ، یہ عِلم کے وارث قدیم سے

گویا ملا ہوا ہے ، یہ حادث قدیم سے

(۶)

وہ کردگارِ عقل ، یہ استادِ جبرئیل

وہ خالقِ جمال ، یہ آئینۂ جمیل

وہ عینِ خیر و عدل ، یہ باخیر و بے عدیل

وہ نور یہ ظہور ، وہ دعویٰ تو یہ دلیل

اِنساں کے بھیس میں اَحدیّت لیے ہوئے

احمد ، اَحد ہے میمِ مشیّت لیے ہوئے

(۷)

وہ بھی ہے ایک ، یہ بھی دو عالم میں انتخاب

اپنا وہ خود جواب ، تو اپنا یہ خود جواب

وحدت کے ماہتاب ، رسالت کے آفتاب

جو ان کی گفتگو ، وہی اللہ کی کتاب

خاموش ہیں اگر تو رموزِ کتاب ہیں

جب بولنے لگیں تو رسالت مآب ہیں

(۱۰)

وہ حُسن ہے یہ عشق ، وہ مَبدَء یہ اختتام

وہ راحم و رحیم ، تو یہ رحمتِ تمام

وہ غافر و غفور ، تو یہ شافعِ انام

وہ حق ، یہ شرعِ حق ، وہ حقیقت ، یہ التزام

وہ راز ہے خدا کی قسم ، راز داں یہ ہیں

وہ سِرِّ لامکاں ہے ، سِرِّ لامکاں یہ ہیں

(١١)

پایا کُل انبیاؑ نے شرف دو جہان کا
کچھ اور ہی جہان ہے احمدؐ کی شان کا
شہرہ بہت کلیمؑ کی ہے آن بان کا
اِن سے مگر ہے فرق زمین آسمان کا

دیدارِ حق، مرادِ کلیمِؑ خدا کی ہے
دیدارِ مصطفیٰؐ پہ نظر کبریا کی ہے

(۱۴)

یہ ہے مقامِ قدس ، اِدھر حق ہے آپ اُدھر

قوسین ، کا ہے فرق ، یہ کچھ فرق ہے مگر ؟

سارا نمائشی ہے بس اب فصلِ ہمد گر

ہو جائیں ایک ، عذرِ مشیّت نہ ہو اگر

آئینۂ دنیٰ فتدلّٰی ، تو خیر ہے

پردہ اٹھائیے کہ یہ خلوت میں غیر ہے

(۱۵)

جا کر جو لامکاں سے شہِ انس و جن پھرے
ترکیبِ عنصری سے نہ چارہ تھا، بن پھرے
وہ شب تھی وہ کہ امتِ عاصی کے دن پھرے
طُوبیٰ لَھُم، سُنا تو نبیؐ مطمئن پھرے

کُل روز و شب کے سر کا وہ شب تاج ہو گئی
معراج کو بھی آپ سے معراج ہو گئی

(۱۸)

اپنا سا آدمی جو بتائیں حضورؐ کو
اُن سے کہو کہ آؤ مدینے میں دوستو
لاؤ نصیریوں کو بھی تب کُھل کے بات ہو
خود کو علیؑ بھی عبدِ نبیؐ کہتے ہیں، سنو

اب یہ ہمیں بتاؤ ہم ایسے کو کیا کہیں
شاگرد کو بھی جس کے نصیری خدا کہیں

(۱۹)

حیران ہوں، خدا نہیں کارِ خدا کیا
بندوں کے دل میں خلق مذاقِ بقا کیا
جہل و غرور و شرک و خودی کو فنا کیا
ذوقِ سلیم کج روشوں کو عطا کیا

ہستی، رہینِ مرحمتِ خاص ہوگئی
خونخوار قوم پیکرِ اخلاص ہوگئی

(۲۲)

شمشیرِ عقل و جوہرِ فکر و نظر دیے

فاقے کرائے علم و عمل کے گہر دیے

شعلے تعصبات کے سب سرد کر دیے

سینوں میں سوزِ عشق کے انگارے بھر دیے

لاگ، اور لگن، وہ کھوئی یہ پائی، یہ معجزہ

یہ بھی لگائی، وہ بھی بجھائی، یہ معجزہ

(۲۳)

اوّل تو جِسم کا نہیں سایا ، یہ معجزہ
پھر بے پڑھے جہاں کو پڑھایا ، یہ معجزہ
پھر ایک شہرِ علم بسایا ، یہ معجزہ
حیدرؑ سا در پھر اس میں بنایا ، یہ معجزہ
قرآں ملا تو معجزہ لب کھولنے لگا
محبوب کے لغت میں خدا بولنے لگا

(۲۴)

یکساں مزاجِ باطن و ظاہر، یہ معجزہ
خُلقِ حَسَن سے دب گئے قاہر، یہ معجزہ
اُمّی ہیں اور علوم کے ماہر، یہ معجزہ
جَو کھائے اور لُٹائے جواہر، یہ معجزہ

چھینا دلِ عدو نگہِ بے دریغ سے
کاٹا قمر کی ڈھال کو ناخن کی تیغ سے

(۲۵)

قرآنِ پاک ، اِن کی فصاحت کا معجزہ
خندق کی فتح ، فکر و فراست کا معجزہ
زورِ علیؑ ، انہی کی شجاعت کا معجزہ
بیٹی بتولؑ سی ، جو رسالت کا معجزہ

دختر کے دلبروں سے جو نسلِ نبیؐ چلی
دختر کُشی کی رسمِ نجس پر چُھری چلی

(۲۶)

قاتل کو بھی یہ معجزۂ حق دکھا دیا
لائے تھے گھر سے تیغ ، یہاں سر جھکا دیا
دل لے لیا ، یقین دیا ، حوصلا دیا
پتّھر کو موم ، موم کو پتّھر بنا دیا

دَورِ خودی میں دینِ خدا عام ہو گیا
اِسلام اِس سلوک سے اِسلام ہو گیا

(۲۷)

حق کے چمن کی جان بھی ہیں، جاں نثار بھی

گل بھی، شجر بھی، باغ بھی، باغ و بہار بھی

مٹھی میں کائنات بھی، اور اختیار بھی

اللہ کے رسولؐ بھی، مختار کار بھی

ناخن میں حق کی دی ہوئی عقدہ کشائی ہے

کہہ دوں خدا کے سامنے اِن کی خدائی ہے

(۲۸)

کیا اِن سے پہلے رنگِ جہاں تھا، سنا بھی ہے

بوجہل سا کبھی کوئی جاہل ہوا بھی ہے

واقف تھا اِس سے کون کوئی کبریا بھی ہے

آنے سے اِن کے سب نے یہ جانا، خدا بھی ہے

اِن ظلمتوں میں نور جو پھیلا جنابؐ کا

شب کٹ گئی، ظہور ہوا آفتاب کا

(۲۹)

غل تھا کہ اِنَّہٗ قَمَرٌ فِی کمالِہٖ

اَلشَّمس بھی تو اِقتَبَسَت عَن جمالِہٖ

دنیا مہک رہی ہے بِطِیبِ خِصالِہٖ

آئے رسولؐ صَلِّ عَلَیہِ و اٰلِہٖ

پتھّر جہاں تھے، اب ہیں وحدت کے پھول ہیں

یہ انقلاب کیوں نہ ہو، آخر رسول ہیں

(۳۰)

روح الامینؑ ، خادمِ دربارِ مصطفیٰؐ

دین ویقین ، ناظمِ سرکارِ مصطفیٰؐ

مطلوبِ موسوی بھی طلبگارِ مصطفیٰؐ

رویت ہے کردگار کی دیدارِ مصطفیٰؐ

جُز وحدت اِن کی ذات میں اوصاف کیا نہیں

یہ مظہرِ خدا تو ہیں ، مانا خدا نہیں

(۳۱)

ہستی میں جب زمان و مکاں خاک بھی نہ تھے

عقل و شعور و جذبۂ ادراک بھی نہ تھے

تسبیح خواں ملائکۂ پاک بھی نہ تھے

یہ چاند جلوہ گر تھا، جب افلاک بھی نہ تھے

کوئی بصیر تھا، نہ بصر کا ظہور تھا

پُتلی میں کافِ "کن" کی محمدؐ کا نور تھا

کَل بھی نبیؐ تھے، اب بھی ہیں، روزِ مآل بھی
مستقبلِ زماں بھی ہیں، ماضی بھی، حال بھی
اِسلام کا کمال بھی، اہلِ کمال بھی
محبوبِ ذوالجلال بھی، حق کا جلال بھی

دل ہیں نگاہِ قہر سے اب تک چھپے ہوئے
بیٹھے ہیں مشرکوں کے خدا بُت بنے ہوئے

صورت سے حسنِ غیب کی عظمت عیاں ہوئی

سیرت سے زندگی کی حقیقت عیاں ہوئی

باتوں سے انبیاؑ کی ضرورت عیاں ہوئی

صانع کو فخر ہے مری صنعت عیاں ہوئی

تمّت بخیر، خاتمے کی جلوہ گاہ ہے

ختم الرّسل ہیں مہرِ نبوت گواہ ہے

(۲۴)

یہ نور ہیں مگر نہ قمر جیسے فی المثل
دھبّا ہے اُس میں اور یہ ہیں آئینۂ ازل
اِس بُرج میں وہ آج تو اُس برج میں ہے کل
اِن کا ہے ایک مرکز و محور جو ہے اٹل
عرشِ بریں پہ مسندِ اَسریٰ کے صدر ہیں
بدر ان کی گردِ راہ ہے، یہ شاہِ بدر ہیں

(۳۵)

اوصافِ کبریا کی متانت ہیں مصطفیٰؐ

کُل انبیا کی روحِ ذہانت ہیں مصطفیٰؐ

جس کے حبیب، اُس کی امانت ہیں مصطفیٰؐ

پھر لاکھ امانتوں کی ضمانت ہیں مصطفیٰؐ

صادق بھی ہیں، امین بھی قرآن کی قسم

کافر بھی کہہ رہے ہیں کہ ایمان کی قسم

(۳۶)

آمر کہ جس کے رعب سے تھرائیں زلزلے

مامور جس کا امر شریعت بکف چلے

مقدور جس کے سائے میں تقدیرِ دیں پلے

مزدور جز مودّتِ قربیٰ جو کچھ نہ لے

سودا ہو جس سے جان کا، اُس کو حیات دے

پکّا وہ لین دین کا، دل لے، نجات دے

(۳۷)

حق گو کہ حق نے جس کی حقیقت پہ مُہر کی

طاہر کہ ذہن و فکر بھی ہر رِجس سے بَری

مولا کہ ہے شریکِ مَوالی ہر اک ولی

شافع کہ روزِ حشر بھی نعرہ ہے اُمّتی

اُمّی کہ بزمِ علم میں قرآں بکف مِلا

دریا کہ ریگ زار میں طوفاں بکف مِلا

(۳۸)

حاکم کہ صغرِ سن میں کبیروں پہ حکمراں
قابض کہ صدق و حق کے ذخیروں پہ حکمراں
غالب کہ بے زری میں امیروں پہ حکمراں
سلطاں کہ سرکشوں کے ضمیروں پہ حکمراں

رہبر کہ ضبط و نظمِ طریقت بدل دیا
قائد کہ اِنسجامِ قیادت بدل دیا

(۳۹)

ضامن کہ زندگی کی معیشت سے حشر تک
عابد کہ چشم دید شہید انجمِ فلک
زاہد کہ ذوقِ فاقہ کشی جس کی اک للک
ناصح کہ جس کی تلخیِ گفتار میں نمک

ہمدرد جس کو غیر کا درد آپ سے سوا
مشفق کہ سرپرست ہے ماں باپ سے سوا

(۴۰)

اوّل کہ جس کی ضو سے صفی کو ملی صفا
آخر کہ جس کا رُخ ہے ازل اور ابد قفا
عالم کہ بات بات اشارات، فلسفا
عامل کہ جس کے ذکر میں کافی ہے قُل کفا
عجز آشنا کہ آئنۂ کبریائی ہے
بندہ بشر کہ جاہ و جلالِ خدائی ہے

(۴۱)

گوہر کہ رمزِ کُن فَیَکُون جس کی ہے صدف

جوہر کہ جس کے فیض سے فائز ہوئے سلف

مومن کہ جس کی چھوٹ سے بھی شک ہو برطرف

عارف کہ راہِ شوق میں حد جس کی مَا عَرف

فرقان، رمزِ باطل و حق کھولتا ہوا

قرآنِ رحلِ فکر و نظر بولتا ہوا

(۴۲)

سابق کہ بعدِ ذاتِ خدا سب ما سبق
شارق کہ جس کا عکسِ جبیں شوخیِ شفق
فاضل کہ دو جہان سے افضل بفضلِ حق
عاقل کہ عقلِ کُل کو دیا حمد کا سبق
ساقی کہ جس کے در پہ غمِ العَطَش نہیں
ناصر کہ جس کے عہد میں اک فاقہ کش نہیں

(۴۳)

مصدر کہ ہے صدورِ تجلّی کا جلوہ زار

مشتق کہ فعلِ واحدِ غائب سے ہمکنار

مرسَل کہ مرسلین میں محبوبِ کردگار

عادل کہ دادرس کی عدالت میں پیشکار

بے زر کہ بے خلاف شہِ مشرقین ہے

غازی کہ نام سرورِ بدر و حنین ہے

(۴۴)

خوشخو کہ جس کا خُلقِ عظیم آیۂ جلی
دلجو کہ بات سنتے ہی دل کی کِھلے کلی
ارفع کہ لامکاں سے رِفعت ہے منجلی
اعلیٰ کہ جس کا بندۂ درگاہ بھی علی

یٰسین جو مبین کی منزل کا صدر ہے
طٰہٰ کہ طاہرین کی محفل کا صدر ہے

(۴۵)

ضابط کہ ضبطِ نفس کی قدرت لیے ہوئے
رابط کہ ربطِ خالق و خَلقت لیے ہوئے
باذل کہ آب و گل میں سخاوت لیے ہوئے
کامل کہ حشر تک کی شریعت لیے ہوئے

شاکر کہ شکر دم ہمہ دم دل کا چین ہے
صابر کہ تربیت کا نمونہ حسینؑ ہے

(۴۶)

کیا تذکرہ حسینؑ کا وہ اِن کی آل ہے
بچّوں کی تربیت کا تو سب کو خیال ہے
وہ بزم چل کے دیکھیے جس میں بلال ہے
صوفی بھی جھوم جائیں گے سن کر وہ حال ہے

اصحابؓ پاک محوِ شرابِ اَلَست ہیں
شاہوں کے شاہ اِن کے فقیران مست ہیں

(۴۷)

بے سعی و بے ریاض یہ شاہی نہیں ملی

جھیلے ہزار غم تو میسر ہوئی خوشی

ہر گام کربلا تھی وہ مکّہ کی زندگی

جس میں تھے لاکھ دشمنِ جاں اور اک نبیؐ

کانٹے شقی بچھاتے تھے حضرتؐ کی راہ میں

چھالے پڑے تھے پائے رسالتؐ پناہ میں

(۴۸)

طائف کی سرزمیں پہ جو ہوتا کبھی گزر
نورِ خدا پہ سنگ برستے تھے اس قدر
ہو جاتے تھے حضورؐ سراپا لہو میں تر
جیسے حسینؑ بیکس و مظلوم و بے جگر

یثرب میں آئے تازہ مصیبت میں پڑ گئے
دنداں شہید ہو گئے، حمزہؓ بچھڑ گئے

(۴۹)

با ایں ہمہ مصائب و آفاتِ ناتمام
وجہِ سکوں تھے خدمتِ انسانیت کے کام
آیا بخار بھی تو نہ چھوٹا یہ التزام
بڑھتا رہا مرض کی طرح ضعف صبح وشام

فاقوں سے اور زرد تنِ زار ہو گیا
جنت کا پھول نرگسِ بیمار ہو گیا

(۵۰)

شدّت سے تپ کی اب مرے مولاؑ کا ہے یہ حال
جلتا ہے جسم ضعف و نقاہت بھی ہے کمال
پیہم مرض کا ہے یہ اشارہ بصد ملال
آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال

رخصت ہیں اب جہان سے بابائے فاطمہؑ
ہم بھی شریکِ غم ہیں ترے ہائے فاطمہؑ

(۵۱)

ہے فالِ بد جو وارثِ دیں کے مرض کا طول
غمناک ہیں فروع تو بے چین ہیں اصول
چھایا جو ہے دلوں پہ غمِ فرقتِ رسولؐ
ازواجؓ بھی ملول ہیں اصحابؓ بھی ملول
ہیں مضطرب بتولؑ بھی شاہِ حنین بھی
روتے ہیں چپکے چپکے حسنؑ بھی حسینؑ بھی

(۵۲)

بڑھتا گیا مرض جو شب و روز سر بسر

رخصت کو ایک دن ہوئے مسجد میں جلوہ گر

منبر سے بعد حمد پکارے بچشم تر

یارو جہاں سے اب ہمیں درپیش ہے سفر

ہم پر ہو جس کا قرض وہ ایک ایک دام لے

ایذا جسے ہوئی ہو، اُٹھے، اِنتقام لے

(۵۳)

تقصیر کچھ ہوئی ہے جو اللہ کے حضور
نادم ہیں ہم بھی اور ہے وہ بھی بڑا غفور
اب وہ رہے کیسے ہوں جو بندوں کے کچھ قصور
بخشے انھیں کریم، عدالت سے ہے یہ دور
پہنچا ہو مجھ سے دُکھ جو کسی دل ملول کو
حقُّ العباد سے وہ چھڑا دے رسولؐ کو

رونے لگے یہ سنتے ہی اصحابِ جاں نثار

اٹھاؓ صفِ نماز سے اک مردِ حق شعار

کی دست بستہ عرض کہ اے شاہِ نامدار

اک روز میرے ہاتھ میں خاصے کی تھی مہار

مارا تھا تازیانہ جو اُس کو جنابؐ نے

وہ بچ گیا تھا، کھایا تھا اِس دل کباب نے

۵۵

اُس وقت تھا نہ جسم پہ میرے جو پیرہن
کوڑے کی ضرب سے متاثر تھا کُل بدن
گو صبر کر کے بیٹھ رہا تھا یہ خستہ تن
اِس گفتگو سے زخم پھر ابھرا ہے دفعتہً
اب پشت سے ہٹا کے قبا سر جھکائیے
لوں گا میں اِنتقام وہ کوڑا منگائیے

(۵۶)

سلمانؓ کو نبیؐ نے دیا حکم۔ جلد جاؤ

زہرا سے تازیانۂ ممشوق مانگ لاؤ

کیا اعتبارِ زیست الٰہی پاؤں پھر کے آؤ

اِس منطلے سے جلد خدارا مجھے بچاؤ

کیا ہو گا اب یہ سوچ کے سب نیمجاں ہوئے

سلمان اُدھر چلے اِدھر آنسو رواں ہوئے

جا کر پکارے در پہ یہ سلمانِ ذی وقار

بابا نے تازیانہ منگایا ہے میں نثار

چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولیں وہ ایک بار

ہے ہے کہیں تعب سے نہ بڑھ جائے پھر بخار

کہہ دیجیے گا ہجر میں آنسو بہاؤں گی

بابا کہیں سدھارے تو میں روٹھ جاؤں گی

(۵۸)

سلمان نے یہ سُن کے کیا واقعہ بیان
منہ اپنا پیٹنے لگیں مخدومۂ جہاں
رو کر پکاریں شبّر و شبیر ہیں کہاں
مسجد میں جلد جاؤ کہ محشر ہوا عیاں

بابا پہ میرے ٹوٹ پڑے غم جہان کے
تم تازیانے کھاؤ عوض نانا جان کے

(۵۹)

روئیں تڑپ کے بنتِ پیمبرؐ جو کر کے بین
مسجد میں آئے دَوڑ کے دونوں وہ نورِ عین
ہاتھوں کو جوڑ کر یہ پکارے حسنؑ حسینؑ
اے شخص رحم رحم پئے ربِّ مشرقین

تپ ہے انھیں نہ ان کو ستا کر رُلا ہمیں
سو دُرّے ایک کوڑے کے بدلے لگا ہمیں

اُس نے کہا کہ حکمِ شریعت میں دخل کیا
ہے یہ قصاص ذمۂ سلطانِ انبیاؑ
بولے رسولؐ دیر نہ کر اب قدم بڑھا
ہو جلد تیرے حق سے سبکدوش مصطفیٰؐ
لِللّٰہ طے یہ مرحلۂ اِنتقام کر
بچّے ہیں اِن کو کہنے دے تو اپنا کام کر

فرما کے یہ اُتار جو دی آپ نے قبا

وہ تازیانہ لے کے سوئے شاہِ دیں چلا

سب یک زباں پکارے یہ اصحابِ باصفا

بیمار ہیں نبیؐ ارے لِللہ رحم کھا

کیں رو کے منتیں جو بڑے نورِ عین نے

شانے پہ ہاتھ رکھ دیے بڑھ کر حسینؑ نے

دُرّہ لیے ہوئے جو وہ آیا قریبِ شاہ
شانے کی مُہر چُوم کے بولا با شکوہ آہ
میں اور قصاص لوں گا بھلا شاہِ دیں پناہ
صرف اِس لیے یہ بے ادبی تھی خدا گواہ
مولا، شفیعِ حشر، خطا بخش دیجیے
گستاخیاں جو کی ہیں زباں کاٹ لیجیے

چاروں طرف سے آئیں صدائیں کہ مرحبا

خوش خوش حرم ہیرا کو چلے دونوں مہ لقا

سُن کر خبرِ بتولؑ نے سجدہ کیا ادا

مستقبلِ قریب نے کوفے سے دی صدا

دُرّوں کے غم نہیں شہِ ابرار کے لیے

مختص ہیں یہ تو عابدِ بیمار کے لیے

(٦٤)

مسجد سے گھر میں آئے رسولِ فلک جناب
بڑھتا تھا ضعف گھٹتی تھی ہر دم توان و تاب
اک روز یہ حسینؑ و حسنؑ نے کیا خطاب
اے نانا جان دیکھا ہے ہم نے عجیب خواب

اک تخت اڑتا جاتا ہے، ہم ساتھ ساتھ ہیں
آنکھوں میں اشک، سینے پہ ماتم کو ہاتھ ہیں

بولے جنابِ احمدِ مرسل کہ ہیں فدا
پیارو! وہ تخت، تختۂ تابوت ہے مرا
تم اس کے ساتھ جاؤ گے کرتے ہوئے بکا
یہ سُن کے اہلبیت میں محشر ہوا بپا
ضبطِ فغاں کی چھن گئی طاقت بتول سے
بچے لپٹ کے روئے جو نانا رسول سے

(۶۶)

آخر گھڑی وہ آئی کہ سر پر اڑائیں خاک
خامہ بیاں میں جس کے ہے دل ریش و سینہ چاک
تھے خواب میں وفورِ تعب سے رسولِ پاک
ناگاہ در سے آئی اک آواز ہولناک

بی بی بتول! میں ابھی آیا ہوں دُور سے
ہٹ جائیے کہ آکے ملوں اب حضورؐ سے

تیور بدل کے بولیں یہ مخدومۂ جہاں
لوگو! کوئی گھڑی کو تو چھوڑو نبیؐ کی جاں
طاقت ہے ہلنے جلنے کی بابا میں اب کہاں
چیخا یہ سن کے وہ کہ لرزنے لگا مکاں
کہتا تھا، کچھ پیام نبیؐ کو سناؤں گا
ایسا ہی کام ہے کہ اسی وقت آؤں گا

فرمایا فاطمہ نے کہ اے مردِ تند خو
زیبا ہے آدمی کو یہ اندازِ گفتگو ؟
بس کہہ دیا کہ خواب میں ہیں سرورِ نکو
بیمار کو ستاتا ہے کیا سنگدل ہے تو
یہ سُن کے اُس نے اب کی صدا وہ مہیب کی
سوتے میں آنکھ کھُل گئی حق کے حبیب کی

روکر بتول بولیں، سُنا اے شہِ انام
لایا ہے ایک قاصدِ بیباک کچھ پیام
گستاخ کس قدر ہے یہ مردِ تُرش کلام
نزدیک تھا کہ خوف سے ہو جاؤں میں تمام

فرمایا، الوداع دمِ فوت آگیا
آنے کا اِذن دو ملک الموت آگیا

(۷۰)

رکتا ہے کب کسی سے یہ ہے قاصدِ خدا
اِس گھر کا ہے یہ پاس کہ ہے طالبِ رضا
اے گردشِ زمانۂ غدار و بے وفا
لوٹا جو کربلا میں وہ گھر کیا یہ گھر نہ تھا
جن کا یہاں ادب تھا وہی سب وہاں بھی تھیں
زہراؑ اگر یہاں تھیں تو زینبؑ وہاں بھی تھیں

یاں تو مَلک نے اذنِ حضوری کیا طلب

دَرّانہ واں خیام میں در آئے بے ادب

یہ احترامِ آل، یہ پاسِ رسولِ رب

زینبؑ کی پشت، شمر کا دُرّہ ارے غضب

ندی میں بنتِ قلعہ شکن، وامحمدا

ترت کے بازوؤں میں رسن، وامحمدا

(۷۲)

عترتِ اُسی نبی کی ہے قیدی برہنہ سر

بے اِذن جس کے گھر میں مَلک کا نہیں گزر

حاضر ہوئے غرض مَلک الموت پوچھ کر

کھینچی جو روح کانپ گیا دل، ہِلا جگر

پوچھا کہ رحم سے بھی کبھی کام لیتے ہو

یا سب کو نزع میں یونہی تکلیف دیتے ہو

کی عرض آپ کے لیے تکلیف کچھ نہیں
اوروں پہ سخت کرب ہے اے شاہِ مرسلیں
آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے رسولِ دیں
سختی ہو مجھ پہ جتنی بھی ہوں گا نہیں حزیں
تم کو قسم ہے کچھ نہ مرا پاس کیجیو
اُمت کو اِس طرح مگر ایذا نہ دیجیو

یہ کہتے کہتے ڈھل گیا منکا، نفسِ رُ کا

اُمت کی یاد میں مرے مولانے کی قضا

ازواجِ طاہرات میں ماتم ہوا بپا

روئیں تڑپ کے مادرِ مظلومِ کربلا

زہرا جو ہو کے خاک بسر پیٹنے لگیں

زینب بھی ننھے ہاتھوں سے سر پیٹنے لگیں

(۷۵)

بیٹی کے تھے یہ بین کہ بابا کدھر گئے
معراج کو سدھارے کہ خالق کے گھر گئے
جنّت بسائی اور مجھے برباد کر گئے
آؤ حسنؑ حسینؑ کہ نانا گزر گئے

گردش کا رخ، غضب ہے مری سمت پھر پڑا
دوڑو مدینے والو فلک مجھ پہ گر پڑا

اے میرے فاقہ کش ، مرے نادار بابا جان
اے امتِ غریب کے غمخوار بابا جاں
ہے ہے اُجڑ گئی مری سرکار بابا جاں
بچے تڑپ رہے ہیں ، کرو پیار بابا جاں
بابا مرے حسنؑ کو گلے سے لگائیے
بابا حسینؑ روتا ہے اُٹھ کر منائیے

کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں زہرا جو زار زار

آتی تھیں مصطفیٰؐ کی صدائیں یہ بار بار

بیٹی! مرے کلیجے کے ٹکڑے ترے نثار

نورِ نگاہ میرے نواسوں سے ہوشیار

مہلت ملے تو دونوں کی شادی رچائیو

دولھا دلھن کو میری لحد پر بھی لائیو